کلمۃ اللہ اور حضرت مسیح علیہ السلام

پروفیسر غلام نبی مسلم ایم۔ اے

اسلامی مشن سنت نگر لاہور

تعارف

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلیل القدر انسان اور انسانیت کے محسن اعظم تھے۔ آپ نے اقوام عالم کے نبیوں اور ان کی دینی کتب کی تصدیق کی اور ان کے احترام کی تعلیم دی اور تاریخ کی گمنام مذہبی ہستیوں کو زندۂ جاوید کر کے دنیا کے ایک ارب مسلمانوں کے دلوں میں ان کی عظمت قائم کی۔ پھر اقوام عالم نے ان نبیوں کے خلاف جو اتہامات تراشے۔ ان کی طرف غلط، پست اور شرمناک تعلیمات منسوب کیں ان کا رد اور ازالہ کیا۔ اور اس طرح دنیا میں اتحاد و شرافت کو استحکام و دوام بخشا۔ دنیا میں سب سے زیادہ حملے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی والدہ محترمہ حضرت مریم صدیقہؑ پر کئے گئے۔ اور حضرت مسیح کے مقام اور تعلیمات کو سب سے زیادہ بگاڑ کر پیش کیا گیا۔ ان اتہامات میں یہودی پیش پیش تھے۔ اور عرب کے مشرکین ان کے ہم نوا تھے۔ چنانچہ جہاں یہودیوں نے سیدہ مریمؑ کی پاک دامنی پر شک کیا۔ وہاں حضرت مسیح کے حسب نسب اور دعویٰ نبوت پر نشتر زنی کی۔ پھر خود حضرت مسیح کے نام لیواؤں نے جہاں حضرت مریمؑ کو حضرت مسیح کا منکر ٹھہرایا۔ وہاں حضرت مسیح کو الوہیت کا مدعی۔ والدہ کا گستاخ و نافرمان، موسوی شریعت کا منکر ثابت کیا۔ نعوذ باللہ من ذالک

حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے واحد عظیم انسان ہیں جنہوں نے یہودیوں اور مشرکوں کے غلبے کے درمیان، ان

کی دشمنی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حضرت مسیح کی صداقت کا اعلان کیا۔ انہیں توریت کی پیش گوئیوں کا مصداق ٹھہرایا۔ اور عیسائیوں کو بتایا کہ حضرت مسیح اللہ کے بندے اور بنی اسرائیل کی طرف نبی تھے۔ بیٹے نہیں تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اولاد، بیوی، خویش و اقارب کے رشتوں سے بلند و منزہ ہے۔

قرآن حکیم نے یہودیوں اور خود حضرت عیسیٰؑ کے بعض غالی پیروکاروں کی تردید میں آپ کے لئے کلمتہٗ من اللہ، کلمتہٗ، روح منہ ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ان الفاظ کا مفہوم حضرت مسیح کی صفائی سے زیادہ کچھ نہیں، چونکہ ان الفاظ کی رو سے حضرت مسیح کی صفائی مقصود تھی۔ کوئی دوسرا نبی ایسے اتہامات کا ہدف نہ تھا۔ اس لئے یہ الفاظ محض جنابؑ کے لئے مخصوص ہیں۔ جیسا کہ اپنی خصوصیت کی وجہ سے صرف حضرت ابراہیمؑ ہی خلیل اللہ، حضرت موسیٰؑ ہی کلیم اللہ اور حضرت اسمٰعیلؑ ہی ذبیح اللہ کہلاتے ہیں۔

عیسائیوں نے اپنی نادانی کی وجہ سے ان الفاظ سے حضرت مسیح کے اللہ کا بیٹا ہونے کا مفہوم لیا ہے۔ حالانکہ قرآن نے انہیں نبی، رسول اللہ، عبداللہ کا ہی بلند ترین مقام دیا ہے۔ اللہ کا شریک نہیں ٹھہرایا۔ آئندہ سطور میں ہم کلمتہ، روح منہ وغیرہ الفاظ کی وضاحت کرتے ہیں۔ امید ہے، انصاف پسند مسیحی اس پر غور کریں گے۔

مسلم

حضرت عیسٰیؑ کلمۃ اللہ

کہتے ہیں ساون کے اندھے کو ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آتا ہے مذہبی دنیا میں اندھی تقلید اور جہالت پر مبنی ایمان کا بھی یہی نتیجہ ہے ہمارے مسیحی پادری بھی اسی چکّر میں پڑے ہوئے ہیں۔ انہوں نے توریت اور انجیل کی واضح تعلیمات کے برعکس مشرک قوموں کی پیروی میں توحید کے پرستار اور اللہ کے رسول و نبی برحق حضرت عیسٰیؑ کو الوہیت کا درجہ دیا۔ پھر جہاں کہیں کوئی ایسا لفظ ملا۔ جسے موڑ توڑ کر حضرت مسیحؑ کی الوہیت سے چسپاں کر سکتے ہوں اسے پلے باندھ لیا۔ اور ستم ظریفی کی حد یہ ہے کہ جو قرآن توحید کا علم بردار، شرک کا دشمن اور مسیح کی الوہیت کے خیال کو باطل ٹھہراتا ہے۔ اس سے یہ ثابت کرنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں۔ کہ وہ مسیح کی الوہیت کا داعی ہے۔

سُبحَانَ اللہ عَمَّا یَصِفُون

عہد نامہ جدید کی چوتھی انجیل یوحنا میں مسیحؑ کے سو سال بعد پہلے تو کسی بزرگ نے ان الفاظ کا ابتداء میں اضافہ کیا کہ

"ابتداء میں کلام (Logos) تھا۔ کلام خدا کے ساتھ تھا۔ کلام خدا تھا"

پھر ان الفاظ کو مسیحؑ کی ذات سے چپکا دیا۔ اور اس کے بعد جہاں کہیں اس سے ملتا جلتا لفظ نظر آیا۔ آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ پٹ اسے مسیحؑ کی الوہیت کی دلیل کے طور پر پیش کر دیا۔ جیسا کہ یوحنا کے الفاظ کلام

خدا کے ساتھ تھا۔ ظاہر کرتے ہیں کہ کلام الگ شے ہے۔ اور خدا اس سے جداگانہ ہستی۔ اور اگر کلام ہی خدا تھا۔ تو پھر اس کا خدا کے ساتھ ہونے کے الفاظ بے معنی ہو جاتے ہیں۔ اور اگر کلام کرنا خدا کی صفت ہے۔ تو پھر تو وہ بے شمار نبیوں اور اپنے نیک بندوں سے ہم کلام ہوا۔ مسیحؑ کی کیا خصوصیت ہوئی۔

حقیقتِ حال

قرآن حکیم میں حضرت مسیحؑ اور آپ کی والدہ محترمہ حضرت مریمؓ پر یہودیوں کے اتہامات اور مسیحیوں کے غلط عقاید کی تردید میں کچھ صفاتی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ جنہیں عربی زبان اور قرآن حکیم سے بے بہرہ نادان پادریوں نے مسیحؑ کی خدائی کی دلیل سمجھ لیا ہے۔ انہی میں ایک لفظ کلمۃ اللہ ہے۔

(یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن حکیم میں مسیحؑ کے لئے کہیں بھی "کلمۃ اللہ" کا لفظ استعمال نہیں ہوا۔ اور نہ ہی روح اللہ کا)

کلمہ اور کلام دونوں کا مادہ ایک ہی ہے۔ اور چونکہ مسیحیوں کی نظر میں مسیحؑ کلام ہونے کی وجہ سے خدا ہیں۔ اس لئے انہیں "کلمۃ اللہ" میں مسیحؑ کی خدائی نظر آگئی۔ کوئی ان بھلے مانسوں سے پوچھے کہ اگر قرآن مسیحؑ کو خدائی صفات کا حامل سمجھتا ہے۔ تو پھر تمہیں قرآن پر ایمان لانے سے کون سی بات روکتی ہے؟

دراصل یہ پادری عجیب ذہن و فراست کے مالک ہیں۔ انہوں نے حضرت موسیٰؑ کے اولین حکم اور حضرت مسیحؑ کی تعلیم "تو خداوند اپنے خدا کے سوا کسی دوسرے کو سجدہ نہ کر" کا مطلب یہ سمجھ لیا ہے

کہ تو مسیحؑ کو سجدہ کر۔ حالانکہ خود مسیحؑ اپنے سے جدا کسی دوسرے خدا کو سجدہ کرتے اور اس سے رو رو کر دعائیں مانگا کرتے تھے۔ اسی طرح انہوں نے قرآن حکیم میں مسیحؑ کے لئے لفظ کلمۃ اللہ کو مسیحؑ کی خدائی کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ حالانکہ قرآن حکیم نے حضرت مسیحؑ کی الوہیت کے قائل لوگوں کو مشرک اور کافر قرار دیا ہے۔

کلمۃ اللہ کا مطلب

سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے۔ کہ آیا حضرت عیسیٰؑ سے متعلق کلمۃ اللہ کے مفہوم میں کوئی خصوصیت ہے۔ جس کی وجہ سے انہیں دوسری مخلوق پر فوقیت حاصل ہے۔ اور کیا حضرت مسیحؑ ہی واحد کلمۃ اللہ ہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد الٰہی ہے:۔

(۱)۔ "اے نبی (ان عیسائیوں کو) کہہ دے۔ کہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات (کلمات اللہ) لکھنے کے لئے روشنائی بن جائے تو میرے رب کے کلمات ختم ہونے سے پہلے ہی سمندر خشک ہو جائے گا۔ اگرچہ ہم اس مقصد کے لئے اس جیسا دوسرا سمندر بھی لے آئیں۔"

(سورۂ کہف)

(۲) "اور اگر زمین میں جو درخت ہیں وہ قلم بن جائیں اور سمندر روشنائی میں بدل جائے۔ پھر سات سمندر اس کی مدد کریں تو بھی اللہ کے کلمات (کلمات اللہ) ختم نہیں ہوں گے" (سورۂ لقمان)

ان آیات سے ظاہر ہے کہ صرف حضرت مسیحؑ ہی کلمۃ اللہ نہیں

بلکہ کلمات اللہ بے حد و شمار ہیں۔ اور اگر بے شمار کلمات مجسّم ہو کر اللہ نہیں بن گئے۔ تو پھر اکیلے حضرت مسیحؑ کلمۃ اللہ ہونے کی وجہ سے اللہ کیسے بن گئے۔ نیز اللہ تعالےٰ کے لاتعداد کلمات میں سے ایک کلمہ ہونے کی صورت میں تو حضرت مسیحؑ کی عظمت اور خصوصیّت ہی جاتی رہی۔ حضرت مسیحؑ کے ان نادان پادری دوستوں کی حماقت ہوگی کہ وہ کلمۃ اللہ کی آڑ میں نادانستہ مسیحؑ کو کروڑ در کروڑ کلمات اللہ کی صف میں کھڑا کر کے ان کی اہمیت کو خاک میں ملا دیں۔ اور اگر کلمہ کے معنی اللہ کے ہیں۔ تو پادریوں کو چاہیئے کہ بے شمار کلمات کی وجہ سے وہ ہندوؤں کے کروڑوں طاقت ور دیوتاؤں کو مان لیں۔ ایک کمزور بے بس خدا کو ماننے کا کیا فائدہ؟

مرکّب لفظ کلمۃ اللہ کے معنی

قرآن حکیم نے لفظ کلمۃ اللہ (جمع کلمات اللہ) کو مختلف معنوں میں استعمال کیا ہے۔ چنانچہ لفظ کلمۃ اللہ کا ایک مفہوم تو اللہ کا قول، اللہ کا ارادہ اور اللہ کا دعویٰ وغیرہ ہے۔ جیسا کہ فرمایا :-

(۱)- جعل کلمۃ الّذِیْنَ کَفَرُوا السفلیٰ وکلمۃُ اللہ ھی العلیا (التوبہ)
اللہ تعالےٰ نے کافروں کی بات (قول اور دعوے) کو پست کر دیا۔
اور اللہ کی بات ہی بلند ہے۔

(۲) فَتَلَقّٰی اٰدم مِن ربہٖ کلمات (البقرہ)
آدمؑ کی طرف اس کے ربّ کی طرف سے چند کلمات (تعلیمات) القا کئے گئے

(۳) کبرت کلمة تخرج من افواههم

یہ بڑا بول (غرور کا دعویٰ) ہے جو اُن کے منہ سے نکلتا ہے۔

(۴) تعالوا الیٰ کلمة سواءٍ بیننا و بینکم ان لا نعبد الّا اللہ (آل عمران)

اس ایک بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں۔

(۵) واذا ابتلیٰ ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن (البقرہ)

اور جب اللہ نے ابراہیم کو چند باتوں (حکموں) کے ذریعے آزمایا تو اس نے انہیں پورا کر دکھایا۔

(۶) مثل کلمة طیبة کشجرة طیبة اصلھا ثابت و فرعھا فی السماء

اچھے قول (بات، تعلیم) کی مثال ایک اچھے درخت کی ہے۔ جس کی جڑ زمین میں مضبوط ہو۔ اور اس کی شاخیں فضا میں پھیلی ہوئی ہوں۔

(۷) پھر اسلام نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ محمد رسول اللہ کو کلمہ طیبہ قرار دیا ہے۔ اور کسی مسلمان کا یہ ایمان نہیں کہ ان میں سے کوئی کلمۃ اللہ مجسّم ہو کر خدا بن گیا ہو۔

کلمہ یا وعدہ

سی طرح جب بات پوری ہو جائے۔ تو عربی میں کہتے ہیں من جاء کلامہٗ وجاء قولہٗ ۔اس کا کلام یا قول آگیا۔ یعنی پورا ہو گیا۔ یہ نہیں کہ اس کا کلام انسان کی شکل میں مجسم ہو کر آگیا۔

قرآن حکیم میں ہے :-

(۱) من حق علیہ کلمۃ العذاب ۔ جس پر عذاب الٰہی کا کلمہ (قول۔ وعدہ) سچ ہو گیا۔

(۲) اِنَّ الَّذِیۡنَ حقت علیھم کلمات ربک لا یؤمنون

وہ لوگ جن پر تیرے رب کی بات (وعدہ) پوری ہو گئی۔ ایمان نہیں لاتے۔

ان آیات سے عیاں ہے۔ کہ قرآن حکیم میں کلمہ کا لفظ وعدہ یا پیشگوئی کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ آیاتِ ذیل کو بھی دیکھئے

(۱) تمت کلمۃ ربک صدقاً و عدلاً (۶ : ۱۱۵)

تیرے رب کا وعدہ صدق و انصاف کے ساتھ پورا ہو گیا۔

(۲) لا مبدل لکلمات اللہ

اللہ کے کلمات (وعدے) تبدیل نہیں ہونے نہ ہوں گے۔

(۳) تمت کلمۃ ربک الحسنیٰ علیٰ بنی اسرائیل بما صبروا (۷ : ۱۳۷)

اور بنی اسرائیل کے بارے میں (ان کے صبر کی وجہ سے) تمہارے رب کا اچھا وعدہ پورا ہوا۔ یاد رہے کہ آئندہ کے متعلق وعدہ پیش گوئی کا مصداق ہوتا ہے

(۴) لولا کلمۃ سبقت من ربک لکان لزاماً (۲۰ : ۱۲۹)

اور یہ وعدہ تمہارے رب کی طرف سے پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو عذاب آکر رہتا۔

(۵) ان یحق الحق بکلماتہ۔ یہ کہ اللہ اپنے وعدے کے مطابق حق کو قائم کرے۔

مذکورہ بالا آیات میں کلمہ کو وعدہ۔ پیش گوئی وغیرہ کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ آپ دیکھیں کہ مسیح کن معنوں میں کلمۃ اللہ ہیں۔

مسیحؑ کلمۃ اللہ

قرآنی روشنی میں لفظ کلمۃ اللہ کی وضاحت سے پہلے ذرا اناجیل پر نظر ڈالیئے۔ انجیل کے جن الفاظ کو ان کی روح نہ سمجھنے کی بنا پر مسیحؑ کی خدائی میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہ ہیں :۔

"ابتداء میں کلام تھا۔ اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا۔"

(انجیل یوحنا۔ ۱ : ۱)

اول تو مسیحؑ سے متعلق یہ الفاظ آخری اور چوتھی انجیل یوحنا کے سوا کسی دوسری انجیل میں نہیں ملتے۔ اور اہل تحقیق نے لکھا ہے۔ کہ یہ الفاظ انجیل یوحنا کی تصنیف سے مدتوں بعد بڑھائے گئے۔ پھر چار اناجیل میں سے پہلی تینوں اناجیل متی۔ مرقس اور لوقا ان الفاظ کے بارے میں خاموش ہیں۔ آخر یوحنا کو مسیحؑ کی وفات سے ایک سو سال سے زیادہ عرصہ بعد یہ تعلیم کہاں سے ملی۔ کیا یہ بات واضح نہیں کہ یہ تعلیم مسیحؑ سے سو سال بعد اختراع کی گئی۔ پھر ان الفاظ سے جو مفہوم ظاہر ہوتا ہے وہ اس قدر ہے۔ کہ کلام خدا کی ازلی ابدی صفت ہے۔ خدا پہلے بھی کلام کرتا تھا۔ بعد میں بھی کرتا رہا ہے۔ اور آئندہ بھی حسب ضرورت کرتا رہیگا۔ بندے اور خدا کے درمیان ہدایت اور معرفت کا وسیلہ صفت کلام ہی ہے۔ خدا کلام کے ذریعے ہی بندوں تک اپنا حکم اور ارادہ پہنچاتا رہا ہے۔ وہ انبیاء کے وسیلے سے بندوں سے ہم کلام ہوا۔ یوحنا ہی کی انجیل کے درج ذیل الفاظ ثابت کرتے ہیں کہ یوحنا کے نزدیک کلام

سے مراد آسمانی تعلیم ہے۔

(۱) "مسیحؑ نے انہیں جواب دیا۔ کہ تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا۔ کہ میں نے کہا تم خدا ہو۔ جب کہ اس نے انہیں خدا کہا۔ جس کے پاس خدا کا کلام (Word of God) آیا اور کتاب مقدس کا باطل ہونا ممکن نہیں؟" (۱۰: ۳۴-۳۵)

(۲) پھر اس نے ان سے کہا۔ کیا تم یہ تمثیل نہیں سمجھتے۔ پھر سب تمثیلوں کو کیا سمجھو گے۔ بونے والا کلام (Word) بوتا ہے۔ جو راہ کے کنارے ہیں۔ جہاں کلام (Word) بویا جاتا ہے۔ وہ یہ ہیں کہ جب انہوں نے سنا تو شیطان فی الفور آ کر اس کلام کو جو ان میں بویا گیا تھا اٹھا لے جاتا ہے۔ اور اسی طرح جو پتھریلی زمین بوئے گئے ہیں۔ یہ وہ ہیں جو کلام کو سن کر فی الفور خوشی خوشی سے قبول کر لیتے ہیں، اور اپنے اندر جڑ نہیں رکھتے بلکہ چند روزہ ہیں۔ پھر جب کلام کے سبب سے مصیبت یا ظلم برپا ہوتا ہے۔ تو فی الفور ٹھوکر کھاتے ہیں" (مرقس ۴: ۱۳-۱۶)

مذکورہ بالا ایک لمبی تمثیل کا حصہ ہے۔ جس میں بونے والے خود جناب مسیحؑ ہیں، اور کلام (Word) سے مراد دین حق کی وہ تعلیم ہے۔ جو اللہ نے آپ کی طرف لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل فرمائی۔ اور جسے لوگوں نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق قبول کیا، پس انجیل نے بھی کلام اللہ یا کلمۃ اللہ (Word of God) کو وحی الٰہی قرار دیا ہے۔ جو الفاظ کی صورت میں اسرائیلی نبیوں پر نازل ہوئی۔ توریت کے دس احکام، انبیاء کی پیشگوئیاں اور حضرت مسیحؑ کی تعلیمات

اس کا نمونہ ہیں۔ چونکہ انجیل کلمتہ اللہ ہے۔ اس لئے یوحنا نے اپنی انجیل کے آغاز میں یہ آیت پیش کر کے انجیل کے کلام اللہ ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ قرآن حکیم میں لفظ کلمہ، وعدہ اور پیشگوئی کے معنوں میں بکثرت آیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:۔

(۱) تمت کلمۃ ربک صدقاً و عدلا۔ تیرے رب کا کلمہ (وعدہ) سچائی اور انصاف کے ساتھ پورا ہو گیا (۶ : ۱۱۶)

(۲) حقت کلمۃ العذاب علی الکافرین کافروں پر عذاب کی پیشگوئی پوری ہو گئی۔

(۳) کذالک حقت کلمۃ ربک علی الذین فسقوا (۱۰ : ۱۳۳) اس طرح تیرے رب کا وعدہ ان لوگوں کے خلاف سچ ثابت ہوگا جنہوں نے نافرمانی کر کے اللہ کے حکموں کو توڑا

(۴) تمت کلمۃ ربک الحسنیٰ علی بنی اسرائیل (۷ : ۱۳۷) بنی اسرائیل کے بارے میں تیرے رب کا اچھا وعدہ پورا ہو گیا۔

مریم صدیقہ رضؓ کی طرف القائے کلمۃ

قرآن حکیم نے مسیحؑ کے سلسلے میں دو بار کلمہ کا لفظ استعمال کیا ہے،

(۱) انما المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ و کلمتہ القاھا الیٰ مریم (النسا : ۱۷۱) بات اسی قدر ہے کہ مسیح عیسیٰ ابن

مریم (اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ (وعدہ کا مصداق) تھا۔ اسے مریم کی طرف القا کیا گیا۔"

(۲) اذ قالت الملائکۃ یا مریم انّ اللہ یبشّرک بکلمۃ منہ اسمہ المسیح عیسی ابن مریم ۔ ۔ ۔ قالت ربّ انّی یکون لی ولدٌ و لم یمسسنی بشر (آل عمران: ۴۴-۴۵)

جب فرشتوں نے کہا۔ اے مریم اللہ تعالے اپنی طرف سے تمہیں ایک کلمہ (وعدہ۔ پیشگوئی) کے مطابق (بیٹے کی) بشارت دیتا ہے۔ جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا۔۔۔ مریم نے کہا اے میرے رب! میرے ہاں بیٹا کیسے پیدا ہوگا۔ اور مجھے تو کسی بشر نے نہیں چھوا (اور نہ ہیکل کی نذر ہونے کی وجہ سے چھوئیگا)

ان آیات میں یہودیوں کے سامنے حضرت مسیحؑ کی صداقت پیش کرنا مقصودِ قرآن ہے۔ یہودی حضرت مسیحؑ کی بعثت سے پہلے ایک مسیحؑ کے ظہور کے منتظر تھے۔ جو ان کی کھوئی ہوئی مادی عظمت کو بحال کرے چنانچہ انہوں نے حضرت مسیحؑ سے پوچھا بھی کہ آیا آپ آنے والے مسیحؑ ہیں؟ یوحنا ہیں یا وہ نبی ہیں؟ اس موعود مسیحؑ کی پیدائش کی بشارت حضرت مریمؑ کو دی گئی۔ کہ عہد نامہ عتیق میں جس مسیحؑ کی آمد کا ذکر ہے وہ موعود (وعدہ کے مطابق) فرزند تمہارے ہاں پیدا ہوگا۔ قرآن حکیم کا جناب مسیحؑ اور عیسائی دنیا پر عظیم احسان ہے۔ کہ اس نے عرب میں بسنے والے ہمسائے یہودی دشمنوں کی موجودگی میں مسیحؑ کو عہد نامہ عتیق کا موعود ٹھہرایا۔ اور اپنی نبوت پر ایمان لانے کے ضمن میں یہ لازم قرار دیا کہ یہودی مسیحؑ پر بھی ایمان لائیں۔ یہ یہودیوں کی بدقسمتی تھی

کہ انہوں نے قرآن پاک کی بے لوث غیر جانبدارانہ شہادت کو قبول نہ کیا۔ اور مسیحؑ دشمنی کی وجہ سے اسلام کی ہدایت و روشنی سے محروم ہے دوسری طرف عیسائیوں کی شومئی تقدیر ہے۔ کہ قرآن کی تکذیب کر کے ایک بندۂ عاجز مسیحؑ کو خدا بنا دیا۔ اور دنیا میں کفر و شرک پھیلا کر خود جناب مسیحؑ کے پیغام توحید کو رد کر دیا۔

عیسائیوں نے قرآن کے لفظ کلمۃ کو تو پکڑ لیا۔ مگر اس کے مفہوم و مطلوب کو ترک کر دیا۔ عربی زبان میں لفظ کلمۃ مونث ہے۔ جیسا کہ اوپر پیش کردہ تمام آیات سے ظاہر ہے۔ اوپر کے حوالہ نمبر ا القاھا میں کلمۃ کی ضمیر ھا مونث ہے۔ یعنی وہ کلمۃ مریمؑ کی طرف ڈالی گئی۔ تو کیا پادری حضرات یہ تسلیم کرتے ہیں کہ کلمۃ ہونے کی وجہ سے مسیحؑ (کلمۃ اللہ) مونث تھے (کیونکہ کلمۃ میں "ت" تائے تانیث ہے)

حقیقت یہ ہے کہ یہاں کلمہ سے مراد وہ پیش گوئی ہے، جو پہلے نبیوں نے خدا سے علم پا کر مسیحؑ کے بارے میں کی۔ اور خود "بکلمتہٖ" میں عربی حرف "ب" کے معنی "مطابق یا بارے میں" کے ہیں۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے :- ویحق الحق بکلماتہ ولو کرہ المجرمون (یونس : ۸۲)

اور اللہ اپنے کلمات (وعدوں) کے مطابق حق کو حق کر دکھائیگا اگرچہ نافرمان اسے برا منائیں۔

مریمؓ نے کیا سمجھا؟

قرآن حکیم نے بکلمۃ منہ (اللہ کے بے شمار کلمات میں سے ایک کلمہ) کہہ کر ایک پیش گوئی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور پھر لکھا ہے اسمہ المسیح اس کا نام نامی مسیحؑ ہوگا۔ اب لفظ کلمہ تو مونث اور لفظ اسم مذکر ہے اور اس کے لئے ضمیرہ مذکر ہے، گویا لفظ اسم کا اشارہ کلمۃ کی طرف نہیں۔ بلکہ بشارتی بیٹے کی طرف ہے۔ اور اس حصے میں ولدٌ (بیٹا) محذوف ہے، لیکن حضرت مریمؓ سمجھ گئیں کہ ان کے بطن سے پہلی پیش گوئیوں کے مطابق ایک فرزند مسیحؑ نام کا پیدا ہوگا۔ لیکن ظاہری اسباب کی عدم موجودگی کی وجہ سے طبعی طور پر سوال کیا۔ "اے رب میرے ہاں بیٹا کیسے ہوگا؟" دوسرے الفاظ میں آپ نے بشارت پا کر سمجھ لیا۔ کہ میرے ہاں مسیحؑ نامی فرزند پیدا ہوگا، جس کا وعدہ پہلے نبیوں کی کتابوں میں دیا گیا ہے یہ ہرگز نہیں سمجھا کہ میرے ہاں کلمۃ (یعنی مونث) پیدا ہوگی۔ بلکہ یہی سمجھا۔ کہ موعود بیٹا (مذکر) پیدا ہوگا۔ اور وہ بشارتی اور صفاتی نام المسیح کے علاوہ ذاتی نام عیسیٰ اور کنیت ابن مریم سے پکارا جائے گا۔

اب اگر مسیحؑ مذکر ہے۔ تو وہ کلمۃ (مونث) نہیں ہوسکتا۔ اور اگر وہ کلمۃ (مونث) ہے۔ تو پھر مسیحؑ مذکر نہیں ہوسکتا۔ پادری صاحبان دونوں میں کسی ایک کو اختیار کرلیں۔ ورنہ دونوں نام اختیار

کرنے سے مسیحؑ مذکر و مونث کا مجموعہ بن جائیں گے اور یہ صورت کسی کے لئے مفید مقصد نہیں

کلمہ کے معنی کسی بات یا کلام کا گوشت پوست کی شکل اختیار کر کے جسم اختیار کرنا نہیں ہو سکتا۔ ہر شخص جانتا ہے کہ کلمہ کا مطلب گرائمر کی رو سے وہ لفظ ہے جو بامعنی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مریمؑ کو بذریعہ جبرائیل یہ کلمہ پہنچایا۔ یعنی یہ خبر بھیجی کہ تیرے بیٹا ہو گا۔ بس یہ سیدھے سادھے کلمہ کے معنی ہیں۔ ان کا غلط مطلب نکالنا لوگوں کو دھوکا دینے کے مترادف ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے سوا اور کوئی معانی ہو ہی نہیں سکتے۔ کہ مریمؑ کو خوش خبری دی گئی کہ اس کے بیٹا ہو گا۔ یہ خوش خبری اس لئے بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ لوگوں کو کھلے کلمہ یعنی کھلے لفظ میں بتلا دیا جائے کہ مریمؑ کے بیٹا ہو گا۔ اس لئے وہ مخلوق ہو گا۔ اور خالق یعنی خدا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اسے ماں کے پیٹ سے پیدا کیا جائیگا۔ خدا کے کلمہ نے خدا کے بیٹے ہونے کی بھی تردید کر دی اور یہودیوں کی طرف سے حضرت مریمؑ پر اتہام کی تردید کر دی

قرآن کریم میں یقیناً مسیحیوں کو مسیحؑ کی شخصیت بے داغ ملیگی۔ ہاں اس بات کو ملحوظ رکھیئے کہ اناجیل میں مسیحؑ کے متعلق معلومات غلط ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ ان کے تضادات ظاہر ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ آپ حضرت بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کے سامنے گردنیں جھکا دیں گے جنہوں نے مسیحؑ کی صداقت اور مریمؑ کی پاکدامنی پر دنیا کے ایک ارب مسلمانوں میں یقین و ایمان پیدا کیا۔ جو ان کا نام لیتے ہوئے حضرت اور علیہ السلام کہتے ہیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ